دینی مدارس اور عصری تقاضے (ایک حقیقت پسندانہ جائزہ)

مولانا قاری محمد حنیف جالندھری
ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

مدارس دینیہ میں آسمانی علوم کی تعلیم کے ساتھ ساتھ وقت کے تقاضوں کوملحوظ خاطر رکھتے ہوئے عصری علوم کی تعلیم کا ایک معقول انتظام کیا جاتا ہے، چونکہ مدارس کا اصل مقصد ایسے افراد تیار کرنا ہے، جو دینی علوم میں مہارت رکھتے ہوں اس لیے اس مقصد کے لیے زیادہ زور دینی علوم پر ہی دیا جاتا ہے۔ یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دینی مدارس میں مکمل عصری علوم کیوں نہیں پڑھائے جاتے؟ مدارس میں سائنس کی تعلیم کیوں نہیں دی جاتی؟ یہ بڑا اہم اور بنیادی سوال ہے۔ تقریباً تمام دانشور، صحافی اور صاحب اقتدار لوگ یہ سوال پوچھتے ہیں، اس کے ساتھ مثالیں بھی دی جاتی ہیں کہ فلاں فلاں حضرات، مدارس سے نکلے، مگر وہ سائنس دان، انجینئر اور طبیب بھی تھے۔ پہلی بات کا جواب تو یہ ہے کہ آج کا دور تخصص (Specialization) کا دور ہے، ہر تعلیمی ادارہ اپنے اہداف اور مقاصد کو سامنے رکھ کر نصاب مرتب کرتا ہے اور یہ بات ہر صاحب علم اور صاحب عقل کی سمجھ میں آسانی سے آجاتی ہے۔ آج تک کسی نے یہ نہیں کہا کہ کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج سے نکلنے والا ڈاکٹر عالم کیوں نہیں؟ غلام اسحاق خان انسٹی ٹیوٹ سے فارغ ہونے والا طالب علم میڈیکل ڈاکٹر کیوں نہیں؟ یہ انتہائی واضح اور آسانی سے سمجھ میں آنے والی بات ہے کہ آج کے دور میں ایک آدمی کسی ایک ہی فیلڈ میں ماہر ہوسکتا ہے، مگر جب بات ہوتی ہے مدارس کی، تو نہ جانے باشعور اور جہاں دیدہ قسم کے لوگ بھی جذبات کی رو میں کیوں بہہ جاتے ہیں اور ایک اعتراض کی شکل میں، پورے شدومد کے ساتھ یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ آج مدارس سے ڈاکٹر، انجینئر اور سائنسدان کیوں نہیں پیدا ہورہے؟ گویا کہ مدارس صرف دینی تعلیم دے کر کسی جرم کے مرتکب ہورہے ہیں۔

میں دنیاوی اداروں میں اعلیٰ تعلیم کی بات نہیں کررہا، کیوں کہ وہاں تو اپنی اپنی فیلڈ کی تعلیم دینا بالکل واضح ہے، میں پاکستان کے پرائمری، مڈل اور ہائی اسکولوں کی بات کرتا ہوں، کیا ان اسکولوں میں پڑھنے والے مسلمان بچوں کو دنیاوی تعلیم کے ساتھ اس قدر دینی تعلیم بھی دی جارہی ہے جو ان کی دینی ضروریات کو پورا کررہی ہو؟ آپ خود اس بات کا مشاہدہ کرلیں کہ ایک بچہ جسے انگریزی میں ہفتے کے دنوں کے نام، سال کے مہینوں کے نام اور مختلف پرندوں اور

جانوروں کے نام اور زبانی انگریزی نظمیں یاد کروائی گئی ہیں، کیا اس بچے کو پانچ کلمے، نماز کے فرائض اور وضو کے فرائض بھی یاد ہیں؟ کیا اسکول میں اسے نورانی قاعدہ پڑھانے کا انتظام کیا گیا ہے؟ کیا اس کے نصاب میں یہ شامل ہے کہ دائیں ہاتھ سے کھانا اور مسواک کرنا سنت ہے؟ آپ تمام سرکاری اور پرائیویٹ عصری تعلیمی اداروں کا نصاب دیکھ لیں، آپ کو خود معلوم ہو جائے گا کہ ہمارے اسلامی ملک میں ہمارے مسلمان بچوں کے ساتھ کیا ظلم ہو رہا ہے؟ انہیں اچھا مسلمان بنانے کے لیے نصاب میں کس قدر اہتمام کیا گیا ہے؟ پاکستان کے تمام ہائی اسکولوں میں آرٹس اور سائنس کے علیحدہ علیحدہ گروپس ہیں، اپنی دلچسپی کے مطابق طلبا گروپ کا انتخاب کرتے ہیں اور یہ سہولت انہیں نظام تعلیم میں مہیا کی گئی ہے۔ اب وہ طالب علم جو صرف آرٹس پڑھ رہا ہے اور اس کے پاس زیادہ وقت ہے، اسے کیوں مجبور نہیں کیا جاتا کہ سائنس پڑھے۔ ایف ایس سی میں زیادہ گروپس ہیں۔ یعنی پری میڈیکل اور پری انجینئرنگ۔ اب جب طالب علم نے پری میڈیکل لیا ہے اسے کوئی طعنہ نہیں دیتا کہ تم ریاضی کیوں نہیں پڑھتے۔ کالج والوں کو اور وزارت تعلیم کو بھی کوئی نہیں کہتا کہ اس طالب علم کو بیالوجی، فزکس کیمسٹری کے ساتھ ریاضی بھی پڑھائی جائے۔ کہتے ہیں کہ اس نے ڈاکٹر بننا ہے، اسے مزید ریاضی پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح پری انجینئرنگ کے طالب علم کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ چونکہ اس نے انجینئر بننا ہے اس لیے اس کو بیالوجی پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ میں نے ذرا وضاحت کے ساتھ یہ بات اس لیے کی کہ مدارس کو سائنس، یا مکمل عصری علوم پڑھانے کا مشورہ دینے والے حقائق کو سمجھیں اور ایک وقت میں مختلف قسم کے طرز عمل کا مظاہرہ نہ کریں۔

اس ضمن میں جو دوسری بات کہی جاتی ہے کہ فلاں آدمی فلاں مدرسے سے فارغ ہوا اور وہ مکمل عالم ہونے کے ساتھ انجینئر، سائنسدان یا طبیب بھی تھا۔ میرے خیال میں اس سلسلے میں مزید تحقیق کی ضرورت ہے۔ میرے علم کے مطابق جن اشخاص کے نام اس حوالے سے لیے جاتے ہیں وہ مکمل علما نہ تھے۔ آپ بتائیں صحابہٴ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کون سے ایسے صحابی تھے جو مکمل دینی علم رکھنے کے ساتھ ساتھ انجینئر، طبیب یا سائنسدان بھی تھے۔ صفہ میں پڑھنے والے ابو ہریرہ، ابو درداء اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنہوں نے اپنا مکمل وقت دینی علوم سیکھنے میں لگایا ان کی شہرت صرف دینی علم کے ماہر ہونے کی حیثیت سے ہی ہے۔ خلفائے راشدین، حضرت ابن عباس، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم اور دوسرے صحابہ کرام جو دینی علم کے ماہر تھے، ان کا طبیب، انجینئر یا سائنس دان ہونا کہیں ثابت نہیں۔ صحابہ کرامؓ کے بعد ائمہ اربعہ کی شہرت بھی دینی علوم کے حوالے سے ہے نہ کہ ڈاکٹر یا سائنسدان کے حوالے سے۔ امام بخاریؒ، حافظ ابن حجرؒ، ابن تیمیہؒ اور اسی طرح دیگر بڑے بڑے علما کی شہرت بھی دینی علوم میں مہارت کی بنا پر ہے۔ ہمارے نزدیک کے دور میں یعنی گزشتہ ایک سو سال میں کتنے علما دنیا میں

موجود تھے جو پختہ عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ ڈاکٹر، انجینئر یا سائنسدان بھی تھے؟

ہمارے ایک دوست تبلیغی جماعت کے ساتھ گئے، گشت کے دوران ان کی ملاقات ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ انیس گریڈ کے افسر سے ہوئی، افسر صاحب کو یہ بات ناگوار گزری کہ انہیں دین کی دعوت دی جا رہی ہے، انہوں نے قدرے غصے میں ہمارے دوست سے کہا ''تم جانتے ہو میں مسلمان ہوں اور مجھے سب معلوم ہے، جاؤ ہندوستان میں جا کر کسی ہندو کو تبلیغ کرو۔'' ہمارا دوست بھی اعلیٰ تعلیم یافتہ تھا اور ایک بڑے عہدے پر فائز تھا۔ اس نے بڑے پیار و محبت سے ان کو سمجھانے کی کوشش کی کہ ہم مسلمان اور خاص کر ہماری نوجوان نسل دین سے بہت دور ہے۔ 95 فیصد مسلمان فرض نماز نہیں پڑھتے، لوگوں کی ایک بڑی تعداد ہے جس پر زکوٰۃ فرض ہے، مگر وہ زکوٰۃ نہیں دیتے، کتنے لوگ ہیں جو بلا وجہ روزے نہیں رکھتے، کتنے ہیں جو حج کی استطاعت کے باوجود حج نہیں کرتے، کتنے ہیں جنہیں قرآن صحیح تلفظ کے ساتھ پڑھنا نہیں آتا، اسی طرح انتہائی اہم اور بنیادی باتیں ہمیں معلوم نہیں۔ ان صاحب کو ہمارے دوست کی ان باتوں سے اتفاق نہیں تھا۔ کہنے لگے ''ٹھیک ہے لوگ عمل نہیں کرتے، مگر معلوم سب کو ہے، ہر کوئی دین کے بارے میں علم رکھتا ہے۔'' ہمارے دوست نے کہا بات صرف عمل کی نہیں، بلکہ ہمارے پاس تو موٹا موٹا دین کا علم بھی نہیں ہے۔ اگر آپ کو یقین نہیں تو تھوڑی دیر کے لیے میرے ساتھ نیچے سڑک تک چلیں، آپ کو خود معلوم ہو جائے گا کہ دین کے حوالے سے حقیقی صورتحال کیا ہے؟ وہ صاحب کہنے لگے ''چلیے سڑک تک چلتے ہیں، مگر آپ مجھے دکھانا کیا چاہتے ہیں؟'' ہمارے دوست نے کہا آپ آئیں اور خاموشی سے میرے پاس کھڑے ہو کر اپنی آنکھوں سے دیکھیں اور کانوں سے سنیں۔

سڑک پر پہنچ کر ہمارے دوست نے قریب سے گزرنے والے کالج کے دو طلبا کو بلایا۔ ان طلبا کی عمریں تقریباً بیس سال تھیں۔ ہمارے دوست نے ان سے تعارف کیا اور پوچھا آپ مجھے غسل کے فرائض بتائیں گے۔ یہ سن کر دونوں طالب علم پریشان ہو گئے اور خاموشی سے سر جھکا لیا۔ اس کے بعد 29 افراد سے یہی سوال پوچھا گیا جن کی عمریں بیس سال سے لے کر پینتالیس سال تک تھیں۔ سوائے دو نوجوانوں کے کوئی بھی غسل کے فرائض نہ بتا سکا۔ یقیناً ان میں کئی شادی شدہ لوگ بھی ہوں گے اور ان میں سے کئی لوگوں کے بچے بھی ہوں گے۔ وہ صاحب یہ سارا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ یہ سوال کسی دیہات میں ان پڑھ لوگوں سے نہیں پوچھا گیا تھا بلکہ ایک بڑے شہر کے پوش علاقے میں تعلیم یافتہ لوگوں کی دین کے حوالے سے یہ معلومات تھیں۔ ان صاحب نے انتہائی عاجزی سے ہمارے دوست کا ہاتھ پکڑا اور ادب سے کہنے لگے ''بھائی! مجھے معلوم ہو گیا، میں شرمندہ ہوں اور معذرت خواہ ہوں۔ آپ میرے دفتر چل کر عملے کے لوگوں کو تبلیغ کریں اور پھر ہم کھانا اکٹھے کھائیں گے۔''

میرا عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ کسی کی بھی توجہ اس طرف نہیں ہے کہ ہمارے اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں

میں پڑھنے والے طلبا کی دینی ضرورت پوری کرنے لیے، انہیں مذہب سے روشناس کرانے کے لیے اور انہیں ایک اچھا مسلمان بنانے کے لیے نصاب میں کس قدر اہتمام کیا گیا ہے؟ صرف اسلامیات کی چھوٹی سی ایک کتاب پڑھا دینے سے کیا طلبا کی دینی ضرورت پوری ہو جاتی ہے؟ میں پوری ذمہ داری سے کہتا ہوں بالکل نہیں۔ ہمارے اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹی کے نصاب میں اس حوالے سے مجرمانہ غفلت برتی جا رہی ہے۔ ایک آدمی اپنے باپ کے جنازے میں کھڑا ہوتا ہے، مگر اسے معلوم نہیں ہوتا کہ اس نے پڑھنا کیا ہے۔ اس لیے کہ اس نے جو تعلیم حاصل کی ہے اس میں اس کا کہیں ذکر ہی نہیں۔ اکثر اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگ جنازے میں کھڑے، آنکھیں گھما گھما کر اپنے دائیں بائیں دیکھتے ہیں کہ کب کیا کرنا ہے۔ یہی حال عید کے موقع پر ہوتا ہے۔ اخلاقیات کے حوالے سے بھی عصری تعلیمی اداروں کے نصاب میں کوئی خاص کتابیں شامل نہیں کی گئیں۔ اسی طرح اپنے ماضی سے روشناس کرانے کے لیے اسلامیات کی کتابوں میں تاریخ اسلام کا بہت تھوڑا حصہ شامل ہے۔ میں تاریخ اسلام کے مضمون کی بات نہیں کر رہا اس لیے کہ وہ تو سارے طلبا نہیں پڑھتے، میں اسلامیات اختیاری اور خصوصاً اسلامیات لازمی کی بات کر رہا ہوں جو آرٹس اور سائنس کے سارے طلبا پڑھتے ہیں۔ اس میں اسلامی تاریخ کا اگر مختصر سا حصہ شامل بھی کیا گیا ہے تو اس میں اس بات کا بالکل اہتمام نہیں کیا گیا کہ وہ حصہ تاریخ کی مستند کتابوں سے ہو، بلکہ بعض درسی کتابوں میں تو اسلامی تاریخ کے ایسے ایسے واقعات شامل کئے گئے ہیں جو غلط ہیں اور کسی بھی مستند مؤرخ کی لکھی ہوئی کتاب میں ان کا ذکر تک موجود نہیں۔

لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم سب مل کر عصری تعلیم کے اداروں میں پڑھائے جانے والے نصاب کی اصلاح کریں اور اس میں اس قدر دینی مضامین شامل کیے جائیں جن سے طلبا کو زیادہ نہیں تو کم از کم دین کے حوالے سے بالکل بنیادی باتوں کا تو علم ہو جائے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ بچے ڈاکٹر، انجینئر یا سائنس دان بننے کے ساتھ مکمل دینی علوم بھی حاصل کریں، ہم تو یہ کہتے ہیں کہ بھائی جتنا دنیاوی علم ایک مدرسے سے فارغ ہونے والے طالب علم کے پاس ہوتا ہے کم از کم اتنا دینی علم ایک میڈیکل کالج، انجینئرنگ کالج یا کسی یونیورسٹی سے ایم اے، ایم ایس سی کر کے نکلنے والے طالب علم کے پاس بھی ہو۔ مدارس میں، ہم تمام طلبا کو میٹرک تک مکمل عصری علوم پڑھاتے ہیں۔ میٹرک کے بعد طالب علم نے چونکہ دینی علوم میں تخصص (Specialisation) کرنا ہوتا ہے اس لیے پھر اسے دینی علوم ہی پڑھائے جاتے ہیں۔ ظاہر ہے ایک طالب علم نے اگر مدرسے میں داخلہ لیا ہے تو اس کا مقصد ڈاکٹر انجینئر نہیں، بلکہ عالم بننا ہے۔

جہاں تک بات ہے معاشرے میں مدارس کے کردار کی، تو یہ بات بڑے اعتماد سے کہی جاسکتی ہے کہ الحمدللہ مدارس اپنی ذمہ داری احسن طریقے سے پوری کر رہے ہیں۔ آپ کی دینی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے مدارس نے انتہائی ناگفتہ بہ حالات میں اپنی مدد آپ کے تحت بہت بڑا کام کیا ہے۔ آپ کو ہر گاؤں، ہر محلے میں حفاظ ملتے ہیں۔ آپ کے

نکاح اور جنازے پڑھانے کے لیے ہر جگہ علما موجود ہیں۔آپ کا کوئی شرعی مسئلہ ہو علما بلا معاوضہ تحقیق کر کے آپ کو بتاتے ہیں۔آپ اپنے بچوں کو حفظ کروانا چاہیں تو آپ کے شہر میں کتنے مدارس ہوں گے جو بلا معاوضہ آپ کے بچے کو حفظ کروائیں گے۔آپ اپنے بچے کو عالم بنانا چاہتے ہیں تو بغیر کسی فیس کے آپ کا بچہ عالم بن جاتا ہے۔یہ مدارس ہی ہیں جن کی بدولت آپ کی مساجد سے پانچ وقت تکبیر کی صدائیں بلند ہوتی ہیں۔مصلے پر کھڑا ہونے والا بھی کسی مدرسے سے ہی نکلا ہے۔غرض جو ذمہ داری امت نے علما پر ڈالی تھی یا جن مقاصد کے لیے مدارس قائم کیے گئے تھے، مدارس نے حتی المقدور اس ذمہ داری کو نبھایا ہے۔اب اگر اچھے ڈاکٹر پیدا نہیں ہو رہے، اچھے افسران نہیں مل رہے، ماہر انجینئروں کی قلت ہے تو ان اداروں سے جن کے ذمے یہ کام لگایا گیا تھا پوچھا جائے کہ وہ اپنے مقاصد میں کیوں ناکام ہیں؟ ان اداروں سے نکلنے والے افراد فراڈ اور کرپشن میں کیوں ملوث ہیں؟ وہ اپنا کام دیانت داری سے کیوں نہیں کرتے حالانکہ حکومت ان اداروں کے ساتھ ہر طرح کا تعاون کرتی ہے؟ ان کی تعمیر حکومت کرواتی ہے۔ان کے اساتذہ کو تنخواہیں حکومت دیتی ہے۔ان میں پڑھنے والے طلبا کو حکومت کی طرف سے اسکالرشپ ملتی ہے۔غرض وہ کون سی سہولت ہے؟ حکومت انہیں مہیا نہیں کرتی۔

آج ہر طرف کرپشن کا شور ہے، عدالتوں سے انصاف نہیں ملتا، تھانوں میں رشوت کے بغیر ایف آئی آر تک درج نہیں ہوتی، کچہریوں میں انصاف کے متلاشی عوام کو لوٹا جاتا ہے، سڑکیں اور پل غیر معیاری بنائے جاتے ہیں، پرائیویٹ اسکولوں میں تعلیم ایک بڑا کاروبار بن گئی ہے، اسپتالوں میں اچھا علاج نہیں ہوتا، دفاتر میں لوگ کام نہیں کرتے، سیاستدان بڑے بڑے گھپلے کرتے ہیں۔غرض وہ کون سا شعبہ ہے جو ٹھیک چل رہا ہے، جہاں کرپشن نہیں، جہاں غریب عوام کے دکھوں کا مداوا ہوتا ہے، جہاں حقدار کو آسانی سے حق مل جاتا ہے، جہاں مسائل حل ہوتے ہیں، جہاں مشنری جذبے سے لوگ کام کرتے ہیں، جہاں سفارش نہیں چلتی، جہاں فراڈ نہیں ہوتا؟ کوئی ایک شعبہ، کوئی ایک محکمہ، کوئی ایک وزارت، کیا کوئی مجھے بتا سکتا ہے؟ ناممکن ہے، بالکل ناممکن۔ہاں! سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان محکموں میں، ان عدالتوں، کچہریوں اور تھانوں میں، ان دفاتر اور اسکولوں میں کون لوگ کام کر رہے ہیں؟ وہ کہاں کے تعلیم یافتہ ہیں؟ ان کی تربیت کن اداروں میں ہوئی؟ انہوں نے کون سا نصاب پڑھا ہے؟ آپ کہیں گے میں جذباتی ہو گیا ہوں۔نہیں، بالکل نہیں۔میں بڑے ٹھنڈے دل و دماغ سے بات کر رہا ہوں۔آپ حقائق کو دیکھیں۔آپ کے سامنے نیب کی فہرست پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ اس ملک کو لوٹنے والے، کرپشن کرنے والے، رشوتیں لینے والے، اس پاک دھرتی کی جڑیں کھوکھلی کرنے والے، اس وطن عزیز کو دنیا کی قوموں کے سامنے بدنام اور رسوا کرنے والے، عوام کو بھیڑ بکریوں کی طرح ہانکنے والے وہی لوگ ہیں جنہوں نے مغربی نظام کو گلے لگایا، جنہوں نے اسلامی تعلیمات سے منہ موڑا، جنہوں نے اپنی

ثقافت، اپنی روایات، اپنی اقدار کو ٹھوکر ماری۔

ہاں! احساس کمتری کا شکار یہی لوگ ہیں جو قرآن وحدیث کے علم کو وقت کے تقاضوں سے ہم آہنگ قرار نہ دے کر اس کے حصول کو وقت کا ضیاع سمجھتے ہیں۔ آپ کہیں گے علما کو، دینی مدارس سے پڑھ کر نکلنے والوں کو ان محکموں میں، ان دنیاوی اداروں میں کام کرنے کا موقع ہی نہیں ملا، ورنہ وہ بھی اسی طرح کرپشن میں مبتلا ہوتے۔ یہ بات درست نہیں۔ علما بہت عرصے سے پاکستان کی سیاست میں کسی نہ کسی طرح اپنا کردار ادا کر رہے ہیں، مگر کیا علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ سے لے کر حافظ حسین احمد تک اور مفتی محمود رحمہ اللہ سے لے کر مولانا فضل الرحمٰن تک آپ کسی ایک عالم پر بھی کسی طرح کی کوئی کرپشن ثابت کر سکتے ہیں؟ آج تو علما کی اور دینی جماعتوں سے تعلق رکھنے والے لوگوں کی ایک بڑی تعداد اسمبلیوں میں ہے، مگر آج یا اس سے پہلے نیب کی پوری فہرست میں کسی عالم کا نام ہے؟ کوئی بوریہ نشین کسی طرح کی کرپشن میں ملوث ہے؟ میں دینی مدارس کے نمائندے کی حیثیت سے الحمدللہ پوری ذمہ داری سے کہتا ہوں کہ آج بھی آپ ایک عالم مجھے ایسا نہیں بتا سکتے جس پر کرپشن ثابت ہو۔ الزام لگانا، بہتان لگانا تو ویسے ہی ہمارے معاشرے کی بڑی بیماری ہے۔

یہ فرق یقیناً نصاب اور تربیت کا ہے۔ اس لیے میں سمجھتا ہوں، اگر ہم اپنے معاشرے کو سدھارنا چاہتے ہیں، اگر ہم اس دھرتی سے کرپشن، رشوت، سفارش اور فراڈ ختم کرنا چاہتے ہیں، اگر ہم عوام کو ایک صاف ستھرا نظام دینا چاہتے ہیں جس میں انصاف ہو، عدل اور مساوات ہو، تعلیم کے مواقع سب کے لیے یکساں ہوں، جہاں بحیثیت شہری ہر ایک کے حقوق برابر ہوں، جہاں امن ہو تو پھر ہمیں فوری طور پر عصری تعلیمی اداروں کے نصاب اور ماحول پر سنجیدگی سے غور کرنا ہوگا۔ حکومت کو مدارس سے رہنمائی لینی چاہیے۔ اس وقت ملک میں تقریباً دس ہزار دینی مدارس کام کر رہے ہیں۔ ان میں سے تقریباً چھ ہزار مدارس دنیا میں مدارس کے سب سے بڑے وفاق، وفاق المدارس العربیہ سے منسلک ہیں۔ ہمارے اس وفاق سے منسلک تمام مدارس میں ایک جیسا نصاب پڑھایا جاتا ہے۔ گلگت سے لے کر کوئٹہ تک اور پشاور سے لے کر کراچی تک تمام مدارس کا نصاب ایک جیسا ہونا کوئی معمولی بات نہیں۔ کوئی بھی طالب علم کسی مجبوری کی بنا پر ایک شہر سے دوسرے شہر منتقل ہو جائے تو اسے نصاب کے حوالے سے کسی مشکل کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ اس کے برعکس اگر اسکول یا کالج کا ایک طالب علم اسلام آباد سے ملتان جانا چاہے تو اس کے لیے پہلے تو مائیگریشن کا مسئلہ ہے۔ اگر مائیگریشن ہو جائے تو پھر اس کے لیے نصاب کا مسئلہ پیدا ہو جاتا ہے۔ پاکستان میں ہر بورڈ کا علیحدہ نصاب ہے۔ پرائیویٹ تعلیمی اداروں میں بیسیوں قسم کا نصاب چل رہا ہے۔ تو کیا ایسی صورت میں دینی مدارس کا یہ کمال نہیں کہ ان میں پڑھایا جانے والا نصاب ہر جگہ ایک جیسا ہے؟

عصری تعلیمی اداروں میں طبقاتی تفریق ایک بڑی برائی کی شکل میں موجود ہے۔ امیروں کے لیے الگ تعلیمی ادارے ہیں اور غریبوں کے لیے الگ، افسران اور حکمرانوں کے بچے جن اسکولوں میں پڑھتے ہیں، غریب یا متوسط طبقے سے تعلق رکھنے والا آدمی وہاں اپنے بچے کو پڑھانے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ الحمدللہ! مدارس میں جہاں نصاب ایک ہے، وہاں کھلی آنکھوں سے یہ مشاہدہ بھی کیا جا سکتا ہے کہ امیر اور غریب کی کوئی تفریق نہیں۔ ایک ریڑھی والے کا بچہ جس کلاس میں بیٹھتا ہے، وہیں ایک کارخانے دار کا بچہ بھی بیٹھ کر تعلیم حاصل کر رہا ہے۔ مساوات کی یہ مثال آپ کو عصری تعلیمی اداروں میں ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملے گی۔ مدارس کا امتحانی نظام بھی عصری تعلیمی اداروں کے لیے ایک نمونے کی حیثیت رکھتا۔ ہمارا سالانہ امتحان پورے ملک میں بیک وقت ہوتا ہے یعنی ایک ہی وقت میں پورا ملک ایک امتحانی مرکز کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ محدود وسائل کے ساتھ اتنے بڑے پیمانے پر، لاکھوں طالب علموں کا ہزاروں امتحانی مراکز میں امتحان لینا کیا غیر معمولی کام نہیں؟ ہر امتحانی مرکز تک سوالیہ پرچوں کی فراہمی، نگراں عملے کی فراہمی ایک انتہائی مشکل کام ہے۔ اس بات کو صرف وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جو براہ راست امتحان کے نظام سے منسلک ہیں۔ ایک بورڈ کو صرف ایک ڈویژن کی سطح پر امتحانات لینے میں کس قدر دشواریاں پیش آتی ہیں؟ تو آپ خود سوچیں جب کسی بورڈ کو ایک ہی وقت میں پورے ملک میں امتحان لینا ہو تو اس کے لیے کس قدر دشواریاں ہوں گی، مگر الحمدللہ! مدارس یہ بظاہر ناممکن کام بڑے احسن طریقے سے کر رہے ہیں۔ نہ ہمارے پرچے لیک آؤٹ ہوتے ہیں اور نہ ہی ہمارے مدارس میں نقل کا رجحان ہے۔ تعلیم دینا ریاست کی ذمہ داری ہے۔ ریاست پڑھنے والوں کے لیے مطلوبہ سہولتیں فراہم کرے اور یہ سہولتیں سب کے لیے یکساں ہوں، ایسا نہ ہو کہ شہروں میں اچھے سرکاری ادارے قائم کیے جائیں، وہاں اچھی عمارتیں، اچھے اساتذہ اور اچھا فرنیچر فراہم کیا جائے، جب کہ دیہاتوں میں بچے کھلے آسمان تلے، ننگی زمین پر بیٹھے ہوں اور اسکول میں دو تین اساتذہ حاضری دیتے ہوں۔ اگر ایسی صورت حال ہوگی تو حکومت گویا اپنی ذمہ داریاں ادا نہیں کر رہی۔ ریاست کی حیثیت ماں کی سی ہے، جب کہ عوام اس کے بچے ہیں، اب جیسے ماں بچوں میں تفریق نہیں کرتی اسی طرح ریاست کو یعنی حکمرانوں کو عوام میں تفریق نہیں کرنی چاہیے۔ ہمارے ہاں طبقاتی نظام نے جو خرابیاں پیدا کی ہیں ان کا ازالہ ہونا چاہیے، الحمدللہ! ہم نے مدارس میں ممکنہ حد تک اس تفریق کا ازالہ کیا ہے۔

آج پاکستان میں مدارس تقریباً پندرہ لاکھ بچوں کو مفت تعلیم دے رہے ہیں۔ نہ صرف یہ کہ تعلیم دے رہے ہیں، بلکہ اس کے ساتھ جیسے میں نے پہلے عرض کیا بچوں کو مفت رہائش اور کھانا فراہم کیا جاتا ہے۔ ان طلبا کو کتابیں بھی مفت فراہم کی جاتی ہیں۔ طلبا کے علاج معالجے کا انتظام بھی مدرسہ کرتا ہے، اکثر غریب طلبا کو لباس اور جیب خرچ بھی دیا جاتا ہے، دور دراز علاقوں سے شہروں کے بڑے مدارس میں تعلیم حاصل کرنے والے طلبا کو گھر آنے جانے کا کرایہ بھی مدرسہ

دیتا ہے۔غرض اکثر مدارس کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ طلبا کو تعلیم کے حوالے سے ہر ممکنہ سہولت مہیا کی جائے اور یہ سب کچھ مدارس اپنی مدد آپ کے تحت کرتے ہیں۔ مدارس کی انتظامیہ مخیّر حضرات کے تعاون سے دن رات کوشش کر کے ایک جذبے کے تحت یہ سب کچھ کرتی ہے۔ مدارس کے اساتذہ بھی بڑی قربانیاں دیتے ہیں۔بعض مدارس میں اساتذہ کو کئی کئی مہینے تنخواہ نہیں ملتی، اس کے باوجود وہ کام کرتے ہیں، اگر وہ چاہیں تو کوئی اور روزگار تلاش کر کے اچھی گزر بسر کر سکتے ہیں، مگر یہ ان کی عظمت کی علامت ہے کہ وہ تدریس کو ترجیح دیتے ہیں اور روکھا سوکھا کھا کر گزارہ کر لیتے ہیں۔ مدارس کے طلبا بھی تعلیم کے لیے اچھی خاصی قربانی دیتے ہیں، انہیں بھی اکثر دال پر گزارہ کرنا پڑتا ہے۔ایسا نہیں کہ ان کے والدین انہیں عصری تعلیمی اداروں میں نہیں پڑھا سکتے، وہ استعداد رکھتے ہیں، مگر وہ مدارس میں تعلیم دلوانا اپنی سعادت سمجھتے ہیں۔

یہ بات بھی سب کو معلوم ہے کہ مدارس کے طلبا نے کبھی مدرسے کی انتظامیہ یا اساتذہ کے خلاف جلوس نہیں نکالے، کبھی کھانے کے حوالے سے شکایت نہیں کی، کبھی پیریڈ نہ ہونے پر کلاسوں کا بائیکاٹ نہیں کیا، وہ اپنے اساتذہ کا انتہائی احترام کرتے ہیں، بلکہ راتوں کو اٹھ کر اپنے مدرسے کی کامیابی کے لیے، اساتذہ اور مدرسے کی انتظامیہ کے لیے دعا کرتے ہیں، غرض مدارس کا نظام جو خصوصیات اپنے اندر رکھتا ہے وہ کہیں اور ملنا مشکل ہیں۔ یہ ایسا بہترین تعلیمی نظام ہے، جسے اگر وسعت دے کر عصری تعلیمی اداروں تک بڑھا دیا جائے تو حیران کن نتائج سامنے آ سکتے ہیں۔ مدارس میں تدریس کا طریقہ کار اتنا مفید ہے کہ اکثر طلبا کلاس میں سبق یاد کر لیتے ہیں۔اس کے بعد ہوم ورک میں کچھ وقت ''تکرار'' کے لیے مخصوص ہوتا ہے۔تکرار سے مراد یہ ہے کہ پانچ پانچ، چھ چھ طلبا گروپ کی شکل میں بیٹھ کر سبق پر بحث کرتے ہیں اور اس بحث میں ہر طالب علم کو حصہ لینا ہوتا ہے۔اس طریقہ کار کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ سبق انہیں اچھی طرح ذہن نشین ہو جاتا ہے۔

مدارس میں چونکہ بیس گھنٹے کا ایک نظام الاوقات مقرر ہوتا ہے اس لیے طلبا میں ایک ڈسپلن پیدا ہو جاتا ہے۔ وہ صبح سویرے بیدار ہوتے ہیں اور ان کی یہ عادت ساری زندگی ان کے ساتھ رہتی ہے۔ نمازوں کی پابندی، قرآن کریم کی تلاوت اور مقررہ وقت پر کھیل، یہ سب کچھ مل کر انہیں ایک بہترین انسان بنا دیتا ہے۔ دینی علم کی وجہ سے وہ مشکل سے مشکل حالات کا مقابلہ کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں، اس لیے آپ نے کبھی نہیں سنا ہوگا کہ کسی عالم نے معاشی حالات یا گھریلو پریشانیوں کی وجہ سے خودکشی کر لی ہو۔

15 مئی 2004ء کو کنونشن سنٹر میں پانچ ہزار افراد کی موجودگی میں سابق وزیراعظم جناب چوہدری شجاعت حسین نے کہا ''جب میں وزیر داخلہ تھا تو میں نے 20 ہزار مدارس کا سروے کروایا، خفیہ ایجنسیوں کے ذریعے مکمل معلومات حاصل کیں، مگر ان 20 ہزار مدارس میں سے کسی بھی مدرسے سے نہ تو کوئی پسٹل تک برآمد ہوا اور نہ ہی کوئی ایسی رپورٹ

ملی کہ کوئی مدرسہ کسی قسم کی تخریب کاری یا دہشت گردی کی تعلیم دیتا ہو، میں پورے یقین سے کہتا ہوں کہ مدارس کے خلاف چلائی جانے والی مہم محض تعصب کی بنیاد پر ہے۔ مدارس انتہائی پرامن طریقے سے اور مثبت انداز میں کام کر رہے ہیں۔ یہ مدارس دنیا کی سب سے بڑی این جی اوز ہیں، مدارس کے نظام کو قریب سے دیکھنے اور سمجھنے کی ضرورت ہے'' انہوں نے اسٹیج پر بیٹھے آئی ایس آئی کے سابق سربراہ جنرل (ر) حمید گل کی طرف دیکھا '' کیوں جنرل صاحب جو کچھ میں نے کہا ہے درست ہے نا؟'' جنرل صاحب نے تصدیق میں سر ہلایا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب ایک سابق وفاقی وزیر داخلہ، سابق وزیر اعظم اور آئی ایس آئی کا سابق سربراہ ہزاروں کے مجمعے کے سامنے وضاحت سے یہ کہتے ہیں کہ پاکستان میں پوری کوشش کے باوجود بھی کسی مدرسے سے ایک پسٹل تک برآمد نہیں ہوا اور نہ ہی کوئی مدرسہ کسی منفی سرگرمی میں ملوث پایا گیا ہے تو پھر آخر کیا وجہ ہے کہ مدارس کے خلاف پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے؟ مغرب اگر مدارس کے خلاف بات کرتا ہے تو اس کا ایسا کرنا سمجھ میں آتا ہے، اس لیے کہ مغرب کو معلوم ہے کہ مدرسہ وہ جگہ ہے جہاں نہ بکنے والے اور نہ جھکنے والے افراد تیار ہوتے ہیں، مگر حیرت اس وقت ہوتی ہے جب ''اپنے'' بغیر کسی دلیل اور ثبوت کے مدارس کے علما کے خلاف بلاوجہ کمربستہ ہو جاتے ہیں اور بسا اوقات مغرب وہ کچھ نہیں کہتا جو ''اپنوں'' کی زبان سے سننے کو ملتا ہے۔

آج بچیوں کی تعلیم اور حقوق نسواں کی بات ہوتی ہے۔ آپ حیران ہوں گے کہ اس وقت پاکستان میں وفاق المدارس سے ملحق مدارس میں لڑکیوں کی تعداد لڑکوں سے زیادہ ہے۔ اس وقت کم و بیش پانچ لاکھ طالبات مدارس میں تعلیم حاصل کر رہی ہیں۔ کیا دنیا کی کوئی این جی او اتنی بڑی تعداد میں بچیوں کی تعلیم کا بندوبست کر رہی ہے۔ میرے علم کے مطابق پوری دنیا میں کوئی بھی پرائیویٹ ادارہ بچیوں کی تعلیم کے حوالے سے اس طرح کا کارنامہ سرانجام نہیں دے رہا۔ عموماً لوگوں کے ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ دینی تعلیم پڑھنے والا کیا کرے گا؟'' یعنی اسے روزگار کیسے ملے گا؟ اگر غور کیا جائے تو معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ عصری تعلیمی اداروں سے پڑھے ہوئے لوگ اعلیٰ ڈگری حاصل کرنے کے باوجود معمولی روزگار بھی حاصل نہیں کر پاتے۔ کسی ادارے میں ایک سیٹ نکلتی ہے تو اس کے لیے ہزاروں گریجویٹ اور ایم اے پاس درخواست دیتے ہیں چاہے وہ سیٹ جونیئر کلرک ہی کی کیوں نہ ہو۔ اس کے برخلاف لوگ حفاظ اور علما کی تلاش میں رہتے ہیں۔ لوگ ان کے پاس جا کے ان کی منت سماجت کرتے ہیں، حضرت آپ ہمارے پاس آ جائیں، تنخواہ بھی دیں گے، رہائش کا انتظام بھی کریں گے، کھانا بھی ہماری طرف سے ہوگا، آپ صرف ہمیں نماز پڑھائیں اور ہمارے بچوں کو تعلیم دیں۔

میں اپنی گفتگو کے آخر میں یہ کہنا چاہوں گا کہ ہمارے ذمہ دار حضرات مدارس کے نظام کو قریب سے دیکھیں۔ ہمیں مل بیٹھ کر مسائل پر بات چیت کرنے کی ضرورت ہے۔ ہمیں ایک دوسرے کی آرا کو سننا چاہیے۔ اس کے علاوہ میری یہ بھی

تجویز ہے کہ صدر مملکت یا وزیر اعظم صاحب کسی ایسی کانفرنس کے انعقاد کا بندوبست کریں، جس میں مغرب کے عیسائی اور یہودی اسکالرز کے ساتھ ساتھ، وہاں کے ذمہ دار لوگ بھی موجود ہوں۔ اس کانفرنس میں ہم ایک دوسرے کا موقف سنیں اور دیکھیں کہ دنیا میں بدامنی کا ذمہ دار کون ہے؟ دہشت گردی کیا ہے؟ اور دہشت گرد کون ہے؟ ظالم کون ہے اور مظلوم کون ہے؟ اگر ہم صرف پچھلے سو سال کو سامنے رکھ کر بات کر لیں تو حقیقت دنیا کے سامنے آ جائے گی۔ کیا آپ کو معلوم ہے پچھلے سو سال میں دنیا میں ہلاک ہونے والے کروڑوں انسانوں کی ہلاکت کے براہ راست ذمہ دار یہودی اور عیسائی ہیں؟ پہلی جنگ عظیم میں صرف ایک مسلم ملک شامل تھا، جب کہ دوسری جنگ عظیم میں ایک بھی مسلم ملک شامل نہیں تھا۔ ہٹلر جو یہودیوں کی چربی سے صابن بنواتا تھا اس کا مسلمان ہونا کہیں سے بھی ثابت نہیں۔ اسی طرح نپولین، مسولینی اور بش کا بھی اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹم بم مسلمانوں نہیں گرایا تھا، چودہ سو سالہ اسلامی تاریخ میں یہودیوں یا عیسائیوں کا قتل مسلمانوں نے کیا ہو، اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ میرا خیال ہے اگر ہم مل بیٹھیں تو بہت سے مسائل حل ہو جائیں گے۔ میں ایک ذمہ دار کی حیثیت سے دنیا کے دیگر مذاہب کے ماننے والوں کو مذاکرات کی دعوت دیتا ہوں۔ کیا ایک مدرسے سے تعلق رکھنے والے ایک مولوی کی فراخ دلانہ پیشکش قبول کر کے کوئی مذاکرات کی میز پر بیٹھنے کا حوصلہ کرنے کو تیار ہو گا؟

☆☆☆

ماہنامہ القاسم کی پیشکش

مولانا سید اسعد مدنیؒ نمبر

ترتیب! مولانا عبدالقیوم حقانی

فدائے ملت مولانا سید اسعد مدنیؒ کی پُرعزم زندگی، لازوال جدوجہد، قومی وملی خدمات، قابل فخر کارنامے، لائق تحسین کردار، انفرادی واجتماعی ان گنت کارہائے نمایاں، سیرت واعمال کے ہمہ جہتی پہلوؤں پر مشتمل معرکۃ الآراء تحریروں کا مجموعہ۔ ۳۰۰ صفحات سے زائد، قیمت: ۳۰۰ روپے

ماہنامہ القاسم جامعہ ابوہریرہ، برانچ پوسٹ آفس خالق آباد، نوشہرہ سرحد پاکستان فون: 0923-630237 فیکس: 630094